اسلام میں رواداری کا تصوّر

* پروفیسر ڈاکٹر نورالدین جامی

مذہبی رواداری سے عالم انسانیت کو روشناس کرانے والی ہستی پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی ہے، حضرت محمد ﷺ تاریخ انسانی میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دوسرے مذاہب اور عقائد رکھنے والوں کے ساتھ تحمل و برداشت اور رواداری کا نہ صرف درس دیا بلکہ اس پر عمل بھی کیا، آپ کے خلفاء اور آپ کی امت نے غیر مسلموں سے رواداری کے اس سلوک کو ہمیشہ جاری رکھا، اسلام کی چودہ صدیوں کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔

ہماری یہ دنیا جو سائنس، ٹیکنالوجی اور تہذیب و تمدن میں زبردست ترقی حاصل کر چکی ہے اور بظاہر بڑی خوشنما نظر آتی ہے اور مادی ہوس اور ستمگری کی گرم بازاری کے باعث اندر سے بے چین، بے مزہ اور کھوکھلی ہے، آج کا ستایا ہوا، پریشان حال اور دنیائے ہوس کی چکی میں پسنے والا انسان تحمل و رواداری کو ترس گیا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں خصوصیت کے ساتھ مذہب اور عقیدے کی رواداری مفقود نظر آتی ہے۔

بدقسمتی سے عصر حاضر کے مسلمان کی اس وقت غیر مسلموں کے ساتھ رواداری تو اپنی جگہ پر رہی خود مسلمانوں میں تحمل، برداشت اور بردباری کا رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے۔ تنگ نظری اور تعصب کے مکروہ عفریت نے بری طرح سے مسلمانوں کے اذہان اور قلوب پر اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔

اپنے مسلک کا دفاع کرتے ہوئے دوسرے افراد پر کفر کا فتویٰ لگا دینا ایک معمول بن چکا ہے۔ تنگ نظری اور تعصب کی فضا میں نشو و نما پانے والے افراد کا سارا زور اس پر نہیں ہوتا کہ ان کا گروہ سچا ہے بلکہ انکی کوشش ہوتی ہے کہ وہ فریق مخالف کو دین سے خارج کر کے ایک اہم کارنامہ سرانجام دیں۔ اس مقصد کے لئے اللہ کے کلام کی آیات کو منطق و فلسفہ کی موشگافیوں میں الجھا کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

---

* پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

بقول مولانا ابوالکلام آزاد:

''وہ جب قرآن کی بلندیوں کا ساتھ نہیں دے پاتے تو اسے کھینچ کر اتنا نیچے لے آتے ہیں کہ وہ ان کی پستیوں کا ساتھ دے سکے''۔(۱)

ضرورت اس امر کی ہے کہ عدم رواداری کے اس رجحان کو ختم کیا جائے تا کہ ہمارا وہ مثالی معاشرہ جس کی مثالیں بیان کرتے ہوئے ہم نہیں تھکتے دوبارہ وجود میں آسکے اور ایسا صرف ایک صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنے اذہان اور قلوب کو برداشت کا سبق دیں۔

شدت پسندی کو اکھاڑ کر پھینک دیں فروعات کو فرائض اور واجبات کی جگہ نہ دیں معمولی معمولی باتوں پر فتوے بازی چھوڑ دیں۔ معاملات کی تحقیق وجستجو کو اپنا شعار بنائیں تا کہ ہمارا ذہن تحقیق کی راہ پر گامزن ہو جائے اور تشکیک سے جان چھوٹ جائے۔ جس طرح اسلام نے ایک ہمہ گیر اخلاقی نظام دیا ہے اسی طرح اس نے ہر ہر صفت اور ہر ہر طبقہ کے حقوق بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ اگر چہ حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے قومی وطنی اور طبقاتی عصبیت کا نام ونشان تک مٹا دیا اگر کہیں اس نے کسی کے حق میں کمی کی ہے تو اسی اعتبار سے فرائض میں بھی کمی کر دی ہے انسانی حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں وہ مسلمانوں کے لئے جو معیار مقرر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ

((لا یؤمن احدکم حتٰی یحب للناس ما یحب لنفسہٖ)) (۲)

مذہبی رواداری

لغوی معنی

رواداری کے معنی عربی زبان کے لفظ ''تسمح تسامح'' سے ماخوذ ہیں یعنی نرمی برتنا اور دوسروں سے درگزر کرنا(۳) اسی لئے عربی میں لفظ ''التسامح الدینی'' مستعمل ہے یعنی مذہبی رواداری جس کا ایک معنی مذہبی برداشت بھی بنتا ہے۔(۴)

صاحب جامع اللغات رواداری کو مؤنث کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

''اس کے معنی رعائیت رکھنا یا جائز رکھنا کے ہیں''۔(۵)

ایک دوسری جگہ رواداری کے معنی:

''بے تعصبی اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کے بھی آئے ہیں''۔(٦)

انگریزی زبان میں رواداری کے لئے "Tolerance" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی تحمل، برداشت اور صبر کرنے کے ہیں۔(٧) اسی طرح "Toleration" یعنی مذہبی رواداری بھی استعمال کیا جاتا ہے۔(٨)

اصطلاحی مفہوم

رواداری تحمل و برداشت کی ایک ایسی صورت ہے جو کسی ناپسندیدہ چیز کی موجودگی میں ظاہر کی جائے۔ رواداری کو آزادی سے مختلف سمجھنا چاہئے کیونکہ (اسکے وجود کا اطلاق اسی چیز پر ہوتا ہے جس کو ایک غیر متفقہ یا بری چیز سمجھا جاتا ہے)(٩)

رواداری کا لفظ اپنے مطلب میں ناپسندیدگی کے معنی رکھتا ہے۔ ہم ایسی چیز سے رواداری نہیں کر سکتے جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہوں، جس کو ہم پسند کرتے ہوں یا قبول کرتے ہوں۔ تقریر، عبادت اور حرکت اخلاقی طور پر اچھی اور معتدل چیزیں ہیں لیکن جب ہم رواداری کے لئے بولتے ہیں تو ہم مذہبی رواداری کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ رواداری کا ایک معنی برداشت بھی ہے اور اس کا متضاد عدم برداشت ہے۔ اس سے مراد اپنے آپ کو روکنا اپنے نفس کو اضطراب گھبراہٹ سے روکنا اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا۔

اسی طرح ہم جن چیزوں کو عام طور پر برائی سمجھتے ہیں (طوائف بازی، جوابازی اور منشیات) ان کے بارے میں رواداری نہیں کر سکتے۔ رواداری کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے ایک چیز کو ناپسند کریں پھر اس کو اختیار کر لیں۔(١٠)

رواداری کے متبادل

سزا کو رواداری کے متبادل کے طور پر لیا جاتا ہے۔ یہ ایک بالکل مختلف چیز ہے۔ تعریف کے لحاظ سے سزا کی تعریف ہمیشہ غلط کی جاتی ہے۔ اخلاقی مذمت بھی اس کے مطلب کا ایک حصہ ہے کون یہ کہتا ہے کہ رواداری کا متبادل ہمیشہ ایک غلط پالیسی ہے۔ مثال کے طور پر کیا منشیات کی روک تھام غلط ہے؟ کیا یہ سزا ہے؟ یہ کہنا غلط ہوگا کہ ایسی چیز

جس سے رواداری برتی جاتی ہے اس کو سزا دی جاتی ہے۔ سزا رواداری کا ایک متبادل ہے۔

تاہم ایک اور متبادل بھی ہے جس کو لازماً مزید معتدل زبان میں بیان کرنا چاہئے۔ تقریباً تمام الفاظ جو ہم سماجی مسائل پر بحث کرنے میں استعمال کرتے ہیں وہ عام الفاظ ہوتے ہیں۔

رواداری کے متضاد کے طور پر اگر لفظ ''زبردستی'' لیا جائے تو یہ بہتر ہوگا۔ یہ کہنا کہ آیا تیرہویں صدی میں یورپ میں مذہب کے نام پر ظلم جائز تھا تو یہ اس مسئلے کو تعصب کی نظر سے دیکھنا ہے۔ لیکن ایک فرد ایک غیر جانبدارانہ بحث میں یہ کہہ سکتا ہے کہ آیا مذہبی نظریات پر زبردستی اس وقت اور اس جگہ جائز تھی حتیٰ کہ وہ لوگ جنہوں نے یہ زبردستی اختیار کی وہ بھی اس کو ایک زبردستی کہنے پر متفق ہوں گے۔ (۱۱)

برطانوی فلسفی ''جان لاگ'' "Jan Log" زبردستی کے بارے میں عیسائیت کے دلائل دینے میں مشہور ہے۔ (17) سترہویں صدی میں عیسائی لوگوں نے زبردستی کے پرانے نظریے پر اپنا یقین کھونا شروع کر دیا اگرچہ یہ ابھی زیر استعمال تھا۔ پروٹسٹ ازم "Protestism" ایک بڑی طاقت کے طور پر ابھرا جیسا کہ کیتھول ازم "Katholism" کا پرانے مذہبی عقائد پر یقین ختم ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ اگر پروٹسٹ ازم "Protestism" نے رواداری کا سبق نہیں دیا تو اس نے ایک ایسا سبق ضرور دیا جس نے رواداری کے لئے راستہ ہموار کیا۔ پروٹسٹنٹ "Protestent" نظریہ کے مطابق ہر آدمی ایک پادری کی حیثیت رکھتا ہے تو اس نے مذہبی عقائد کی نفی کرنے والوں کو تحفظ فراہم کیا۔

''لاگ "Log" کی رواداری کی حمایت (جو کہ اس نے اپنی کتاب "Episoal Ded Tolerauta" جو کہ ۱۶۶۸ء میں چھاپی گئی) وہ ایک پہلی حمایت نہیں تھی لیکن یہ ایک پہلی منظم دلیل ضرور تھی جو کہ اس کی حمایت میں جاتی تھی۔

لاگ "Log" کی پہلی دلیل یہ تھی کہ ''زبردستی'' ایک موثر طریقہ نہیں۔ طاقت کے ذریعے ایک آدمی کو عیسائیت کی عبادت پر مجبور تو کیا جا سکتا ہے لیکن طاقت کے ذریعے کسی کی روح میں کسی عقیدے کو جگہ نہیں دی جا سکتی۔'' (لاگ) Log'' نے کیتھولک "Katholik" دلائل کو قطعی طور پر رد کیا کہ زبردستی تشدد اور موت کسی بھی آدمی کو نجات دلا سکتے ہیں۔ (۱۲)

مذہبی رواداری قرآن کی روشنی میں

آج سے چودہ سو برس پہلے آسمان سے جبرائیل کے ذریعہ سے نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے دل پر اترنے والی کتاب جو کہ کتاب ہدایت وفطرت اور مثالی ضابطہ حیات ہے۔

اس لئے بھی کہ یہ اپنے اندر تمام سابقہ آسمانی کتب کی خوبیوں اور برکتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔تمام جہانوں کے پالن ہار کی یہ کتاب حکمت اپنی اشرف المخلوقات بنی نوع انسان کی طرف کئی خوش خبریوں کے ساتھ نازل ہوئی۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وننزل من القرآن ما هو شفاءٌ ورحمة للمومنين﴾ (۱۳)

''اور ہم نے تو قرآن میں وہی چیز نازل فرمائی ہے جو مومنین کے لئے شفاء ہے''۔

اور یہی کتاب ہے جو خاتم الانبیاء کو رواداری اور عدل کرنے اور امن قائم کرنے کا حکم دیتی ہے۔ارشاد ہوتا ہے

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُم﴾ (۱۴)

''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف سے فیصلہ کروں''۔

صرف آپ ﷺ ہی نہیں بلکہ ابتداء کائنات سے اب تک تشریف لانے والے تمام انبیاء کو یہی حکم ہے صرف اور صرف عدل اجتماعی کا نفاذ کریں اور معاشرے میں رہنے والے تمام طبقات کو آپس میں خوش اخلاقی تحمل بردباری اور بھائی بھائی بن کر رہنے کا درس دیں۔

اور لوگوں کو آزادی اور خودمختاری سے زندگی گزارنے دیں۔کسی قسم کا جبر واکراہ اور ظلم وستم نہ کریں بلکہ ایسا کرنے والوں کو روکیں۔مذہبی رواداری کے حوالہ سے قرآن مجید نے اپنے تمام مبلغین کے لئے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا کہ:

﴿ لَآاِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِ﴾ (۱۵)

''یعنی دین کے معاملے کوئی جبر نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے''۔

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں کیونکہ وہ دل کے اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے اور جبر وتشدد سے اعتقاد پیدا نہیں کیا جا سکتا بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہوگئی ہے اور اب دونوں راہیں

لوگوں کے سامنے ہیں جسے چاہیں اختیار کریں۔(۱۶) اسی طرح آگے چل کر مذہبی رواداری کے حوالے سے مزید قرآن میں آتا ہے کہ:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (۱۷)

''اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں کوئی لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں اپنے گھر سے نکالا کہ تم ان کے ساتھ بڑے بڑے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے''۔

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص حاجت مند ہے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم اس کی مدد کریں خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان اور ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس سے نہ کسی شکریہ کے طالب ہوں اور نہ کسی صلہ کے اس آیت کی تفسیر میں مزید سورۃ الدھر کی آیت ۹ لا نرید منکم جزاء ولا شکوراً ٥ کا ذکر کرتے ہیں کہ یہاں تک اگر کسی کے خلاف ہمارے دل میں عداوت بھی ہو تب بھی ہمارے لئے صحیح رویہ یہی ہے کہ ہم اس کے ساتھ نیکی کریں اس طرح کی نیکی کا جیسا کہ ہم کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم ہے۔(۱۸)

تمام الہامی مذاہب سچے ہیں

اسلام نے تمام الہامی مذاہب کو حق قرار دیا اور بتایا کہ بنیادی تعلیمات کے لحاظ سے تمام مذاہب سچے ہیں قرآن نے یوں فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ (۱۹)

''اور کہا یہود نے نصاریٰ کسی چیز میں برتر نہیں اور کہا نصاریٰ نے کہ یہود کسی چیز میں برتر نہیں''

نجران کے عیسائی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کی آمد کی خبر سن کر علماء یہود بھی وہاں پہنچ گئے۔ فریقین میں گفتگو شروع ہوگئی۔ اثناء کلام میں یہود نے کہہ دیا کہ نصاریٰ کا مذہب بالکل غلط ہے اور نصاریٰ نے جواباً کہہ دیا کہ یہود کا حق وصداقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہیں پر قرآن درس رواداری دیتا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ دونوں کی غلطی کا اظہار فرماتے ہیں کہ جب تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور ان کی رسالت کا ذکر موجود ہے تو تورات پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے یہود کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کریں اور انجیل میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی ان گنت شہادتیں موجود ہیں تو اب نصاریٰ کس منہ سے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

غرضیکہ راستی کا دامن دونوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا دونوں اپنی ضد پر اڑے رہے۔ مولانا اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام کی مخالفت کے لئے یہود ونصاریٰ دونوں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو بڑی فیاضی کے ساتھ نجات یافتہ اور جنتی قرار دے رہے ہیں۔

لیکن اس پلیٹ فارم سے الگ ان کی باہم تکفیر وتفسیق اور جنگ وجدل کا یہ حال ہے کہ یہود نصاریٰ کی کوئی چیز تسلیم نہیں کرتے اور نصاریٰ یہود کی کوئی چیز تسلیم نہیں کرتے حالانکہ دونوں ایک ہی کتاب کی پیروی کے مدعی ہیں۔ تورات دونوں میں مشترک ہے۔(۲۰)

اسلام کسی دوسرے مذہب کی تردید نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی تکذیب کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَ مَآ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى وَ عِيۡسٰى وَمَآ اُوۡتِىَ النَّبِيُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ ۔ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ﴾

"کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم اسماعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کو دیئے گئے ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں"

خدا کی شریعت اور اس کے نبیوں اور رسولوں کے باب میں یہ امت مسلمہ یا امت وسط کا موقف یا بالفاظ دیگر کلیہ بیان ہوا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت خدا کی اتاری ہوئی کسی ہدایت (مذہب) کی نہ تو تردید کرتی ہے اور نہ کسی نبی یا رسول کی تکذیب کرتی ہے بلکہ بغیر کسی تفریق واستثناء کے سب پر ایمان رکھتی ہے اس کا موقف یہ ہے کہ خدا کے ان نبیوں اور رسولوں نے اپنی اپنی امتوں کو جو تعلیمات دی تھیں ان کی امتوں نے ان میں یا تو ملاوٹ کر دی یا ان کے کچھ حصہ کو فراموش کر دیا۔(۲۲)

یہود و نصاریٰ کی تنگ نظری اور تعصب بیانی کے بعد پیر کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اب مسلمانوں کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ تم اس تنگ نظری کا شکار نہ ہونا بلکہ تمہارا شیوہ ہونا چاہئے کہ ان تمام کتابوں پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔ تمام انبیاء کی تصدیق کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اگرچہ ان کتابوں کے ماننے والے/ دعویٰ کرنے والے تمہارے قرآن کو نہ مانیں اور ان انبیاء کی امت کہلانے والے تمہارے نبی مکرم پر ایمان نہ لائیں بلکہ طرح طرح کی شرانگیزیوں سے اذیت پہنچائیں تب بھی تمہارا رویہ ایسا ہی ہونا چاہئے کہ تم ان چیزوں کو برداشت کرو اور رواداری کا مظاہرہ کرو یہی درس قرآن ہے اور مقصود انبیاء ہے۔(۲۳)

قرآن نے صرف اہل کتاب کو ماننے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کے ساتھ کھانا کھانے اور ان کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا۔ یہی رواداری کی انتہا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ (۲۴)

"آج کے دن طیبات (پاک چیزیں) تمہارے لئے حلال کی جاتی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور تمہارا ان کے لئے حلال ہے"۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ اہل کتاب کے کھانے میں ان کا ذبیحہ بھی شامل ہے۔ ہمارے لئے اور ان کے لئے ہمارا کھانا حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ اور کوئی چھوت

چھات نہیں ہے۔ ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ لیکن یہ عام اجازت دینے سے پہلے اس فقرے کا اعادہ فرمادیا گیا ہے کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ اہل کتاب کے سوا دوسرے غیر مسلموں کا بھی یہی حکم ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ذبیحہ صرف اہل کتاب ہی کا جائز ہے جبکہ انہوں نے خدا کا نام اس پر لیا ہو، رہے غیر اہل کتاب تو ان کے ہلاک کئے ہوئے جانور کو ہم نہیں کھا سکتے۔ (۲۵)

اللہ تعالیٰ اپنے پاک نبی ﷺ کو بھی درگزر اور تحمل کا حکم فرمار ہے اور ساتھیوں میں مسلمانوں کو بھی

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْم بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ﴾ (۲۶)

''اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہوجانے کے محض حسد وبغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں''۔

مولانا مودودی اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہودی موشگافیاں کر کے طرح طرح کے سوالات مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور انہیں اکساتے تھے کہ اپنے نبی ﷺ سے یہ پوچھو اور یہ پوچھو۔

اس پر اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ اس معاملے میں یہودیوں کی روش اختیار کرنے سے بچو یعنی انکے عناد اور حسد کو دیکھ کر مشتعل نہ ہو جاؤ۔ اپنا توازن نہ کھو بیٹھو اس سے بچو اور مناظرے کرنے اور جھگڑے میں اپنے قیمتی وقت اور اپنے وقار کو ضائع نہ کرو بلکہ صبر اور تحمل مزاجی کے ساتھ دیکھتے جاؤ کہ اللہ کیا کرتا ہے۔ (۲۷)

جنگ کی مصلحت

اللہ تعالیٰ نے جنگ کی مصلحت کو اپنے حکیمانہ ارشاد میں ظاہر فرمایا:

﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ (۲۸)

''اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو صومعے اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ مسمار کر دیئے جاتے''۔

اس آیت کریمہ میں صرف مسلمانوں کی مسجدوں ہی کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ تین اور چیزوں کا بھی ذکر فرمایا یعنی صوامع، بیع اور صلوات صوامع سے مراد عیسائیوں کے راہب خانے، مجوس کے معابد اور صابیوں کے عبادت خانے ہیں۔

بیع کے لفظ میں عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے کنائس دونوں داخل ہیں یہ جامع الفاظ استعمال کرنے کے بعد پھر صلوات کا ایک اور وسیع لفظ استعمال کیا جس کا اطلاق ہر موضع عبادت پر ہوتا ہے۔ اور سب کے آخر میں مساجد کا ذکر کیا۔

اس سے بتانا مقصود ہے کہ اگر عادل انسانوں کے ذریعے سے ظالم انسانوں کو دفع نہ کرتا رہتا تو اتنا فساد ہوتا کہ عبادت گاہیں تک بربادی سے نہ بچتیں جن سے ضرر کا کسی کو اندیشہ نہیں ہوسکتا۔

مزید فرمایا کہ جنگ کو اس وقت تک جاری رکھو جب تک خدا کے بے گناہ بندوں پر دست درازی اور جبر وظلم کا سلسلہ بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا:

((قاتلو هم حتیٰ لا تکون فتنه))

"یعنی ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔" (۲۹)

مذہبی رواداری حدیث کی روشنی میں

احادیث رسول ﷺ میں بھی ہمیں رواداری کا پہلو غالب نظر آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی شخصیت ہمارے سامنے ایک مثالی نمونہ ہے۔ جس کو سامنے رکھ کر ہم برداشت کا جذبہ پیدا کریں۔ عصبیت، وطنیت، جہالت، تشدد اور دہشت گردی کا خاتمہ کریں۔

ہم رواداری، قلبی وسعت پیدا کریں چنانچہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے استفادہ کرسکتے ہیں کیونکہ قرآن میں آپ ﷺ کی ذات کو تمام انسانوں کے لئے نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۳۰)

"بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں ایک نمونہ ہے"۔

اللہ نے حضور ﷺ کی تربیت فرمائی اور آپ ﷺ نے سب انسانوں کی تربیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے انسانوں کا احترام کیا اور انسانوں کی بات کی۔ اچھی نصیحتیں اور اچھی اچھی باتیں تو سب کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ جو کچھ کہا گیا کر کے بھی دکھایا گیا ہو۔

سب بولتے ہیں ہوئے نظر آتے ہیں عمل کرتا ہوا کوئی نظر نہیں آتا مگر حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ سب سے سبقت لے گئے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا یہ پہلو بڑا ہی روشن اور تابناک ہے۔(۳۱)

اسی طرح ایک اور جگہ قرآن میں آتا ہے

﴿خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (۳۲)

''اے محبوب! معاف کرنا اپنی عادت بنالو اور بھلائی کا حکم دو''۔

ایک اور جگہ فرمایا

﴿فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ (۳۳)

''تو تم (بدخواہوں اور دشمنوں) کو چھوڑ دو اور درگزر کرو''۔

جب انسان حضور ﷺ کی معاشرتی زندگی اور عملی دنیا دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس شان کی رواداری کا مظاہرہ کیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ افسوس ہم حضور ﷺ کے راستے سے بہت دور چلے گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

((ان الله بعثنی لا تمم مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال)) (۳۴)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا''۔

حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

((کان خلقه القرآن)) (۳۵) ''آپ ﷺ اخلاق میں قرآن کا مجسم نمونہ تھے''۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے:

''آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے ہو جاؤ اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ''۔(۳۶)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''میں چل رہا تھا آپ ﷺ اس وقت نجران کی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جس کے کنارے موٹے تھے۔ رستہ میں ایک اعرابی آپ ﷺ کو ملا اس نے آپ ﷺ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچی میں نے نظر اٹھائی تو آپ ﷺ کی گردن پر اس کے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گئے ہیں پھر اعرابی نے کہا، یا محمد ﷺ! اللہ کا جو مال آپ ﷺ کے پاس ہے وہ مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور ہنسے پھر ہدایت کی کہ اس کو دیا جائے۔(۳۷)

بخاری، مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں اسی مضمون کی ایک اور حدیث بیان کی گئی ہے۔

صحابی رسولؐ حضرت سہیل بن حنیفؓ، سعد بن قیس رضی اللہ عنہم ایک غیر مسلم کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جنازہ تو غیر مسلم کا ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ ایک بار آنحضور ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا آپ ﷺ دیکھ کر کھڑے ہو گئے کسی نے عرض کی یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ ''کیا وہ جان نہیں'' یعنی ہماری ہی جان ہے اور اس کی بھی اسی طرح جان ہے جس پیدا کرنے والے نے ہم کو پیدا کیا ہے اس کو بھی پیدا کیا ہے۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے انسانی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

رواداری خلافت راشدہ کے دور میں

رسول اللہ ﷺ کے خلفاء نے آپ ﷺ کے بعد انہی خطوط پر حکمرانی کی اور حضور ﷺ کی اس بلند پایہ دوستی اور مذہبی رواداری کی پالیسی کو قائم رکھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہوئے تو وہاں کے عیسائیوں کی پیش کردہ اس شرط کو قبول فرماتے ہیں کہ وہاں کوئی یہودی نہ رہے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے بڑے گرجے میں ہیں کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے لیکن آپ گرجے میں

نماز محض اس لئے نہیں پڑھتے کہ کہیں اس میں ان کا نماز پڑھنا، مسلمانوں کے لئے مطالبہ نہ بن جائے کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہوگئی ہے لہٰذا اسے مسلمانوں کے قبضہ میں رہنا چاہئے۔

یہ ہے وہ رواداری کا رنگ جو ہر اس معاشرہ پر حاوی رہا ہے جس پر ہماری تہذیب کے اصول سایہ فگن ہیں یہی وجہ ہے کہ مذہبی رواداری کے ایسے مظاہرے ہمیں اسلامی تاریخ میں ملتے ہیں جسے دوسری انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔(۳۸)

صلح نامہ بیت المقدس

جب ۱۴ھ کو بیت المقدس فتح ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذہبی رواداری کی ایک بے نظیر مثال رقم فرمائی اور یہ صلح نامہ طے پایا۔

یہ وہ رعائتیں ہیں جو اللہ کا بندہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اہل ایلیاء کو دیتا ہے ان کی جان مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اوران کے کل مذہب والوں کو امان دی جاتی ہے کسی کو ان کے گرجاؤں میں سکونت کا اختیار نہ ہوگا مذہب کی بابت ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا اور ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے اور اہل ایلیاء پر یہ فرض ہے کہ وہ شہر والوں کو جزیہ دیں۔ یونانیوں اور مفسدوں کو نکال دیں۔ پس یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کو امن ہے جب تک محفوظ مقام تک نہ پہنچ جائے (۳۹) اور جو شخص ان میں سے ایلیاء والوں کے ساتھ رہنا چاہے اس کو بھی امان ہے اور اس کو اہل ایلیاء کی طرح جزیہ دینا ہوگا اور اہل ایلیا سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر ان کے ساتھ جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔

اور جو کچھ اس عہد نامہ میں ہے اس پر اللہ اور اس کا رسول ان کے خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ اہل ایلیاء جزیہ مقررہ دیتے جائیں۔ اس وثیقہ پر خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور معاویہؓ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے دستخط بطور گواہ کے کیے۔(۴۰)

معاہدہ بیت المقدس سے چند باتوں کا ثبوت

اس معاہدہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں وہ یہ کہ:

''مسلمانوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا دوسرا یہ کہ ان کے عہد حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کو بہت بڑی مذہبی آزادی حاصل تھی اس کے علاوہ غیر فرقوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ان کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار حاصل تھا اور دونوں صورتوں میں ان کو امن دیا گیا''۔(۴۱)

اسلام میں دوسرے مذاہب والوں کی حیثیت

اسلام میں مذہبی حیثیت سے یہ حکم ہے کہ اگر جنازہ سامنے سے گزرے تو کھڑا ہو جانا چاہئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

لیکن ایک بار قادسیہ میں ایک ذمی کا جنازہ گزرا تو حضرت سہیل بن حنیفؓ اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہم فوراً کھڑے ہو گئے ایک شخص نے ٹوکا کہ یہ تو ذمی کا جنازہ ہے۔ بولے آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی یہی واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا آخر وہ بھی تو ایک جان ہے ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مذہبی حیثیت سے غیر قوموں کے ساتھ کسی قسم کا تعصب جائز نہیں رکھا۔(۴۲)

محمد بن قاسم کا دیبل کے لوگوں سے سلوک

محمد بن قاسم نے جب ۷۱۲ء میں دیبل کو فتح کیا اور سندھ میں تقریباً چار سال رہا لیکن اس مختصر قیام کے باوجود اس نے نظم و نسق کے انتظامات کئے وہ قابل ستائش ہیں۔

محمد بن قاسم نے جن علاقوں پر قبضہ کیا وہاں کے لوگوں سے جو غیر مسلم تھے اچھا برتاؤ کیا ان کو مذہبی آزادی دی ان کو انکی ملازمتوں پر بحال رکھا۔ ایک غیر مسلم سکالر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ ''مسلمان فاتح (مراد محمد بن قاسم) نے مفتوحوں کے ساتھ عقل مندی اور فیاضی کا سلوک ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے معبدوں میں پرستش کرنے کی اجازت دی۔(۴۳)

ظہیرالدین بابر کی مذہبی پالیسی ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء

ڈاکٹر بینی پرشاد لکھتا ہے" اکبر کی بے مثل عظمت کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی پالیسی کا بیج اس کے دادا بابر نے بویا۔ جو مذہبی فرقہ پرستی سے بے نیاز نقطہ نظر پر مبنی تھے۔(۴۴)

بابر ہندوستان میں ایک فاتح تھا اور مسلمان جو علاقہ فتح کرتے تھے وہاں کی رعایا سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور اس کے بدلے میں ان کو مذہبی آزادی دی جاتی اور جو فوجی ملازمت کرتا اسے جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا۔

مگر رام شرما اس کو بھی ہندوؤں پر ایک معاشی بوجھ سمجھتے ہیں اور اسے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان فرق پیدا کرنے کا نام دیتے ہیں۔ رام شرما نے اپنی کتاب میں بابر پر مذہبی تعصب کا الزام لگایا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے مثال دی ہے کہتا ہے!

> "بابر کے حکم سے میر بقی نے "اجودھیا" کے مندر جو کہ رام چندر کی جائے پیدائش کی یادگار تھا اس کو ۱۵۲۸ء میں منہدم کرا دیا اور اس کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔"(۴۵)

دو ہندو مورخوں ڈاکٹر بینی پرشاد اور سری رام شرما کی آراء میں اتنا تضاد اس بنا پر ہے کہ ایک نے اپنی کتاب ۱۹۵۰ء میں پہلے لکھی اور ۱۹۵۰ء سے پہلے کسی کو خبر نہ تھی کہ جہاں بابری مسجد ہے وہاں رام جنم بھومی بھی تھی۔ یہ بات شرپسند عناصر نے اڑائی۔ ۱۹۴۹ء میں اس سے پہلے ۱۹۴۹ء کے اواخر تک لوگ بابری مسجد میں باقاعدہ جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔

بابر کی وصیت

مذہبی رواداری کی عظیم مثال بابر کی اپنے بیٹے کو نصیحت کی صورت میں ملتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

> "فرزند من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے۔ اپنی بادشاہی میں تمہیں ذیل کی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے"۔

① تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے رو رعایت رکھے بغیر سب لوگوں سے پورا انصاف کرنا۔

② گاؤ کشی سے بالخصوص پرہیز کرو۔ تاکہ اس سے تمہیں لوگوں کے دلوں میں جگہ مل جائے۔ اس طرح وہ تمہارے احسان وشکر کی زنجیر سے مطیع ہو جائیں۔

③ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہئے اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہئے تاکہ بادشاہ اور رعایا کے تعلقات دوستانہ ہوں اور ملک میں امن وامان رہے۔

④ اسلام کی اشاعت، ظلم وستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف اور احسان کی تلوار سے بہتر ہو سکے گی۔

⑤ شیعہ اور سنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو ان سے اسلام کمزور ہو جائے گا۔

⑥ اپنی رعیت کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت ضعف اور بیماری سے محفوظ رہ سکے۔(۴۶)

⑦ یہ وصیت اس امر کا مسلمہ ثبوت ہے کہ بابر ایک غیر متعصب حکمران تھا اور ڈاکٹر بینی پرشاد کی رائے حقیقت کے قریب ہے جب کہ سری رام شرما کے اخذ کردہ نتائج خود ساختہ ہیں۔

مذہبی رواداری عصر حاضر کی ضرورت

مذہبی رواداری نہ ہونے کی وجہ سے آج ہندو مسلم تعلقات جس نہج پر ہیں اسے دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج ترقی پسندی اور سیکولرزم کے دعوی دار ملک ''بھارت'' میں انسانیت کے حوالے سے وہ کچھ نہیں جو اس دور میں تھا۔

جس پر رجعت پسندی، مذہب پرستی اور بادشاہت کی (پھبتی کسی) جاتی ہے اس کے علاوہ پوری دنیا میں بھی عدم رواداری کی وجہ سے بدامنی پر مبنی انسانیت سوز استحصال کا نظام چل رہا ہے۔

لندن آبزور (ستمبر ۱۹۹۸ء) (۴۷) کے مطابق دنیا بھر کے ۱۹۰ ممالک میں بنیادی عدم توازن اور عدم رواداری خود انسان کا پیدا کردہ ہے وہ پانچ ہزار نسلی گروہوں میں تقسیم ہے۔

دنیا کی تاریخ میں ''روانڈا'' میں سب سے زیادہ ہولناک جنگ لڑی گئی جہاں ''ہوتو'' اور ''ٹتسی'' نسلی گروہوں نے ایک ہی مذہب سے تعلق کے باوجود ایک دوسرے کونیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ کردوں کا کوئی وطن نہیں انکے ساتھ آرمینیا، آذربائیجان، ایران، عراق، شام اور ترکی میں تصادم جاری ہے۔ تصادم کی سب سے بڑی اور خطرناک صورتحال وہ ہے جو ایک ہی ملک میں مختلف مذہبی گروہوں میں ہوتی رہتی ہے۔ مثال کے طور پر بوسنیا میں رومن کیتھولک، سربیائی آرتھوڈکس اور مسلمانوں میں ٹکراؤ۔ چین میں مسیحوں سے ٹکراؤ۔

بھارت میں مسیحوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں میں تصادم اسی طرح مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں اور یہودیوں میں ٹکراؤ۔ شمالی آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں میں جنگ۔ سری لنکا میں تامل اور سنہالی ہندوؤں اور مسلمانوں میں جنگ ہو رہی ہے۔ تبت میں کمیونسٹوں اور بدھ مت کے ماننے والوں کی جنگ۔

بہت سی جگہوں پر تصادم کی وجہ نسلی، لسانی اور مذہبی یا اقتصادی تفرقات ہیں۔ ان وجوہات کی وجہ سے کوئی ایک سبب متعین نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عقیدے کے لوگ جب اقتدار حاصل کر لیتے ہیں تو دوسرے لوگوں کے لئے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ بعض اوقات حکومت کے ایسے اقدامات سامنے آتے ہیں جن سے مذہبی آزادیوں پر زد پڑتی ہے۔

بعض ممالک میں حکومتیں ایسے مذہبی گروہوں کے ساتھ مل کر دوسرے گروہوں پر حملے کرتی ہیں جو ان کے اتحادی ہوتے ہیں۔ جہاں چرچ اور ریاست میں کوئی فرق نہیں ہے وہاں ایسے حملے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے سوڈان کی مثال دی جا سکتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے جنوب سے غیر مسلموں کو ختم کرنے کے درپے ہے۔

انڈونیشیا نے مشرقی تیمور کو آزادی دے دی ہے ورنہ وہاں بھی اسی نوعیت کا الزام لگایا جاتا۔ طالبان پر الزام ہے کہ وہ مخالفین کو ختم کرنے کے درپے ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ معاملہ امریکی حکومت کے ایجنڈے پر نمایاں رہا ہے کہ اس نوعیت کی مذہبی عدم رواداری کو کس (۴۸) طرح روکا جائے۔

دیکھا گیا ہے کہ ایسے زیادہ تر معاملات کا تعلق مسلمانوں سے رہا ہے۔ ہم نے مذہبی عدم رواداری کے حوالے سے کچھ گوشے آپ کے سامنے رکھے ہیں اور ان کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پرکھا ہے۔ ان میں بنیادی بات یہ ہے کہ لاعلمی سب سے بڑا مسئلہ اور عذاب ہے۔ مذاہب کے اندر اور مذاہب کے باہر اور درمیان ایک دوسرے کو اور خود اپنے آپ کو سمجھنے کی شدید ضرورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابوالکلام آزاد ''ترجمان القرآن'' اسلامی پبلشنگ لاہور سن اشاعت نامعلوم، ص ۳۲

۲۔ احمد بن حنبل الامام، ''المسند''، دارالباز۔۔۔ والتوزیع مکۃ المکرّمۃ سن اشاعت، نامعلوم، ج ۳، ص ۲۷۲

۳۔ اسعد حسن خاں یوسفی مولانا ''المنجد عربی اردو'' دارالاشاعت کراچی

ازہری عبدالصمد صارم پروفیسر سن اشاعت ۱۹۹۴ء ص ۴۹۰ حسن ۔۔احب مولانا

4- AL-BA'LABAKI - AL-MOWRID-A MODERN ENGLISH ARABIC DICTIONAY Page-975

۵۔ عبدالمجید خواجہ بی اے ''جامع اللغات'' اردو سائنس بورڈ 299 اپر مال لاہور اشاعت ۱۹۸۹ء ج:۲، ص ۱۱۳۸

6- ENGLISH TO ENGLISH AND URDU DICTIONARY (NEW EDITION) Feroz Sons (Pvt) Ltd Lahore Page 489

۷۔ پروفیسر منہاج الدین "Dictionary of Terms" مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور جون ۱۹۸۲ء، ص ۸۰۵

۸۔ (i) الحاج مولوی فیرالدین ''فیروز اللغات''۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ص ۳۲۷

(ii) احمد دہلوی مولوی ''فرہنگ آصفیہ'' اردو سائنس بورڈ 299 اپر مال روڈ لاہور جولائی ۱۹۸۷ء، ص ۳۷۷

9- The Encyclopedia of Philosophy- collier Macmillan Publishers London V-7-8-Page 143

10- New Websters Dictionary of the English Language Manufactured in the United State of America

11- The Encyclopedia of Philosophy Collier Macmillan Publishers London- V-8-Page-144

12- The Encyclopedia of Philosophy - V-8-Page-144

۱۳۔ القرآن الحکیم، الاسراء:۱۷

۱۴۔ ایضاً، الشوریٰ:۱۵

۱۵۔ ایضاً، البقرۃ:۲۵۶

۱۶۔ ابوالکلام آزاد ''ترجمان القرآن'' شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، جلد اول، ص ۳۳۰

۱۷۔ القرآن الحکیم، الممتحنہ: ۹

۱۸۔ امین احسن اصلاحی ''تدبر قرآن'' فاران فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، مارچ ۱۹۸۸ء جلد ہشتم ص ۳۳۵

۱۹۔ القرآن الحکیم، البقرہ: ۱۱۳

۲۰۔ امین احسن اصلاحی ''تدبر قرآن'' جلد اول، ص ۳۰۱

۲۱۔ القرآن الحکیم، البقرہ: ۱۳۶

۲۲۔ امین احسن اصلاحی ''تدبر قرآن'' جلد اول، ص ۳۴۸

۲۳۔ الازہری پیر کرم شاہ ''ضیاء القرآن'' جلد اول ص ۹۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۷ء

۲۴۔ القرآن الحکیم، المائدہ: ۵

۲۵۔ مودودی ''تفہیم القرآن'' جلد اول ص ۴۴۶، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۲ء

۲۶۔ القرآن الحکیم، البقرہ: ۱۰۹

۲۷۔ مودودی ''تفہیم القرآن'' جلد اول، ص ۱۰۳۔۱۰۲

۲۸۔ القرآن الحکیم، الحج: ۴۰

۲۹۔ مودودی سید ''الجہاد فی الاسلام'' ادارہ ترجمان القرآن لاہور، اگست ۱۹۹۹ء، ص ۳۸۔۴۰

۳۰۔ القرآن الحکیم، الاحزاب: ۳۳

۳۱۔ مودودی ابوالاعلیٰ سید ''اسلامی ریاست'' اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۶ مئی ۱۹۷۲ء، ص ۲۷۹

۳۲۔ القرآن الحکیم، الاعراف: ۱۹۹

۳۳۔ القرآن الحکیم، البقرہ: ۱۰۹

۳۴۔ محمد بن عبداللہ ولی الدین امام، ''مشکوۃ المصابیح'' مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ص ۵۱۴

۳۵۔ بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، ''الجامع الصحیح'' مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سن طباعت ۱۹۸۵، ج:۲، ص ۸۹۶

۳۶۔ بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل ''الجامع الصحیح'' ج:۱، ص ۴۴۴

۳۷۔ مسلم ابوالحسن بن حجاج ''الصحیح المسلم'' نعمانی کتب خانہ لاہور سن اشاعت ۱۹۸۱ء، ج:۲، ص ۹۳

۳۸۔ سباعی ڈاکٹر مصطفیٰ مترجم شیرازی معروف شاہ ''اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو'' ص ۱۱۶

۳۹۔ طبری، ابن جریر، ''تاریخ الرسل والملوک''، بیروت دارالمعارف، س ن، ج:۵، ص ۲۴۰۵

۴۰۔ ندوی عبدالسلام ''اسوۂ صحابہ'' حصہ دوم ص ۸۶، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور

الطبری ''تاریخ طبری'' اول دوم ص ۱۷۴، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۷ء

۴۱۔ طبری، ابن جریر، ''تاریخ الرسل والملوک''، ۵/ ۲۴۰۵۔۲۴۰۶ میں مذکور ہے اس کے مختلف فقرے امام ابو یوسف القاضی کی کتاب الخراج میں بھی ملتے ہیں۔

ابو یوسف، کتاب الخراج، مطبع الموسوعات القاھرہ: ۱۳۰۲

۴۲۔ ندوی عبدالسلام ''اسوۂ صحابہ'' حصہ دوم ص ۸۴

۴۳۔ تاراچند ڈاکٹر ''مختصر تاریخ اہل ہند'' مجلس ترقی ادب ۲ کلب روڈ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۱۱۲

44- Eshwar Parshad "A Short History of Muslim Rule in India" Bombay 1967 Page 243

45- S.R. Sharma "The Religious Polcy of the Mughal Sheikh Mubarak Ali Oriental Publisher Emperors Page 9 Lahore-1975

۴۶۔ ڈاکٹر محمد اکرام ''رود کوثر'' ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۳۔۲۴

۴۷۔ ابن جوزی امام عبدالرحمٰن، ''سیرت الانبیاء''، مترجم الوفا با احوال المصطفیٰ، اشرف سیالوی عطا محمد مطبوعہ، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔ (ت، ن)

۴۸۔ ماہنامہ آئین لاہور، نومبر ۱۹۹۹ء ص ۱۹، ۲۰